فہم حدیث

کلام نبویؐ کی کرنیں

مولانا عبدالمالک

حضرت علیؓ سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اپنے گھر والوں کو (ایک روایت میں بیویوں کے الفاظ بھی آئے ہیں) بیدار کیا کرتے تھے (مسند احمد)۔

حضرت علیؓ سے ایک دوسری سند کے ساتھ روایت ہے: جب آخری عشرہ داخل ہو جاتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو بیدار کرتے تھے اور اپنی ازار اٹھا لیتے تھے۔ ایک روایت میں کمر باندھ لینے کے الفاظ آئے ہیں (مسند احمد)۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: جب آخری عشرہ داخل ہوتا' تو آپؐ ساری رات بیدار رہتے اور گھر والوں کو بیدار کرتے اور کمر باندھ لیتے (مسند احمد)۔

حضرت عائشہؓ سے دوسری سند سے روایت ہے: پہلے ۲۰ دنوں میں آپؐ نیند اور نماز کو خلط ملط کرتے تھے' یعنی رات کو کچھ وقت سوتے اور کچھ وقت نماز پڑھتے تھے۔ لیکن جب آخری عشرہ داخل ہوتا تو آپؐ بہت کوشش کرتے (ساری رات قیام کرتے تھے) اور کمر باندھ لیتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے ایک تیسری سند سے روایت ہے کہ آپؐ آخری عشرے میں جس قدر محنت کرتے تھے اتنی محنت دوسرے اوقات میں نہ کرتے تھے (مسند احمد)۔

حضرت زینب بنت ام سلمہؓ سے روایت ہے: جب رمضان کے ۱۰ دن رہ جاتے تھے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے کسی ایسے فرد کو جو قیام کی طاقت رکھتا' اٹھائے بغیر نہیں چھوڑتے تھے (مسند احمد)۔

رمضان کا مہینہ بہت زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ یہ قرآن پاک کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت مہینہ کے بڑھنے کے ساتھ بڑھتی رہتی ہے۔ اس کے اول کو رحمت' درمیان کو مغفرت' اور آخر کو عتق من النار "آگ سے آزادی" کہا گیا ہے۔ اس کے آغاز میں نیک لوگوں پر رحمت شروع ہوتی ہے۔ دوسرے عشرے میں رحمت گنہ گاروں کو اپنے دامن میں لے لیتی ہے' اور آخر میں اس کی وسعت ان لوگوں کو بھی اپنے اندر لے لیتی ہے جن کے لیے دوزخ کی آگ کا فیصلہ ہوا ہے۔ آخری عشرہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی انتہا اور وسعتوں کا عشرہ ہے۔ اس عشرے میں لیلتہ القدر کا زیادہ امکان ہے۔ اور اسی واسطے نبیؐ اس عشرے میں اپنے گھر والوں'

ازواج مطہرات سے بھی الگ ہو جاتے تھے۔ اور اس عشرے کی پوری پوری راتوں کو عبادت میں گزارتے تھے۔ پہلے اور دوسرے عشرے میں سوتے بھی تھے اور عبادت بھی کرتے تھے لیکن آخری عشرے کی راتوں میں ساری رات عبادت میں گزار دیتے تھے تھوڑی دیر کے لیے لیٹ جاتے تھے)۔ اور گھر والوں اور بچوں تک کو بھی بیدار کیا کرتے تھے۔ حدیث کے الفاظ ہیں: ہر اس فرد کو بیدار کرتے تھے جو بیدار ہونے کی قدرت رکھتا تھا۔

اس اسوہ رسولؐ کی ہم سب کو پیروی کرنا چاہیے۔

O

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں اپنی امت کے بہت سے لوگوں کو جانتا ہوں جو قیامت کے روز تہامہ کے پہاڑوں کی طرح چمک دار نیکیاں لے کر آئیں گے، اللہ انھیں "ھباء منثورا" بکھرے ہوئے ذروں کی طرح کر دے گا۔

سنو! وہ تمھارے بھائی ہیں، تمھاری قوم سے ہیں، راتوں کو عبادت کریں گے جس طرح تم عبادت کرتے ہو۔ لیکن یہ ایسے لوگ ہیں کہ جب تنہائی میں حرام چیزوں کے ساتھ ہوتے ہیں، تو ان کا ارتکاب کرتے ہیں (کنز العمال بحوالہ ابن ماجہ عن ثوبان، ۴۳۶۸۵)۔

نیکیاں کر کے ان کی حفاظت نہ کی جائے، تو پھر وہ ضائع ہو جاتی ہیں، ان کے وزن میں کمی آ جاتی ہے۔ نیکیوں کا ڈھیر ریت کے ذروں کی طرح بکھر جائے گا، اگر نیکیوں کے ساتھ حرام کاموں کا ارتکاب بھی ہوتا رہا۔ بہت سے لوگ نمازیں پڑھتے ہیں، فرض، سنتیں اور نوافل بھی لیکن اس کے ساتھ غلط اور ناجائز اور حرام کام بھی کرتے ہیں۔ اگر یہ حرام کام بہت زیادہ ہوئے تو ساری نیکیوں کو ضائع کر دینے کا سبب بن جائیں گے۔ بہت سے لوگ نمازیں، فرض نفل اور تہجد پڑھ کر خوش ہو جاتے ہیں، زندگی کے باقی شعبوں کی انھیں پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ ان میں حرام کام کے مرتکب نہ ہوں۔ نمازیں، تلاوتیں اور ذکر اذکار اس وقت ضائع ہو جاتے ہیں جب حرام کام ان پر غالب آ جائیں۔ اس لیے اپنی نمازوں اور عبادتوں کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے، حرام کاموں سے اجتناب بھی ضروری ہے۔ اور حرام کاموں سے اجتناب کے لیے ضروری ہے کہ رائج الوقت نظام، حرام کو قانونی جواز کا درجہ نہ دے۔ اگر حرام کام کو قانوناً جواز کا درجہ ہو گا تو پھر اس سے بچنے کی راہیں مسدود ہو جائیں گی۔

آج کے معاشرے میں برائیاں قانون کے زور سے قائم ہیں۔ اس لیے ان سے بچنا اور اپنی عبادت کو ضائع ہونے سے بچانا بڑا مشکل ہو گیا ہے۔ ان مشکلات میں جو لوگ حرام سے بچیں، ان کے لیے اجر بھی زیادہ ہے۔

O

حضرت ابو رافعؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھ کر قبیلہ بنی عبدالاشھل کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہاں ارشادات فرماتے اور مغرب کی نماز میں پھر واپس تشریف لے آتے تھے۔

حضرت ابو رافعؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز کے لیے بڑی تیزی سے واپس تشریف لے جا رہے تھے (میں بھی ساتھ تھا)۔ ہمارا گزر بقیع کے مقام پر ہوا، تو آپؐ فرمانے لگے: "اف تجھ پر، اف تجھ پر"۔ میں نے یہ کلمات سنے تو یہ مجھ پر بہت بھاری گزرے۔ میں ڈر گیا۔ میں سمجھا کہ آپؐ مجھے "اف" فرما رہے ہیں۔ میں پیچھے رک گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں پیچھے رک گیا ہوں، تو آپؐ نے فرمایا: پیچھے کیوں رک گئے ہو؟ چلے آؤ! میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا کوئی واقعہ پیش آگیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپؐ نے مجھ پر تین دفعہ "اف" کیا۔

آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے تو فلاں آدمی پر "اف" کیا ہے جسے میں نے ایک قوم کے علاقے میں وصولی کے لیے عامل بنا کر بھیجا تھا، تو اس نے اس میں خیانت کی اور ایک چادر اپنے پاس رکھ لی۔ اب وہ چادر اس پر آگ بنا کر پہنا دی گئی ہے (النسائی)۔

حکومتی عہدے اور ذمہ داریاں بڑی نازک ہوتی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں بھی کچھ ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض عاملوں سے سرکاری مال میں کسی قدر خیانت ہو گئی۔ کسی نے کوئی چادر چوری کر لی اور کسی نے ہدیے اور تحفے وصول کر لیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کے واقعات پر سخت تنبیہہ فرمائی اور اچھی طرح خبردار کیا۔

مذکورہ واقعہ خیانت کی ہولناکی کو اس طرح واضح کرتا ہے کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آپؐ تیزی سے جا رہے ہیں، اور آپؐ کے اضطراب اور بے قراری کا یہ عالم ہے کہ مجرم کو تین مرتبہ مخاطب کرتے ہوئے اس پر اظہار افسوس کر رہے ہیں۔ آپؐ کے سامنے جہنم کا منظر ہے۔ آپؐ دیکھ رہے ہیں کہ خائن کو آگ کی قمیص پہنا دی گئی ہے۔ آپؐ کے اس انداز سے ساتھ چلنے والے حضرت ابورافعؓ گھبرا کر کے رک جاتے ہیں۔ تب نبیؐ متوجہ ہو کر سبب پوچھتے ہیں۔ وہ اپنی پریشانی کا اظہار فرماتے ہیں، تو نبیؐ اس کے جواب میں وضاحت فرماتے ہیں کہ یہ "اف" آپ پر نہیں بلکہ دوسرے شخص پر ہے جس نے سرکاری مال سے ایک چادر چوری کی ہے، اور وہ اس پر آگ بن کر بھڑک رہی ہے۔ نبیؐ کی تنبیہات اور ڈراوے غلط روی سے روکتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافت راشدہ کا دور امانت و دیانت کے باب میں بے نظیر اور بے مثال دور تھا۔ بعد کے ادوار میں بھی مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو پیش نظر رکھا تو خیانت کا قلع قمع ہوا۔

بیت المال میں خیانت کتنا بڑا ظلم ہے لیکن ہمارے آج کے معاشروں میں اسے بہت ہلکا سمجھ لیا گیا ہے۔ سرکاری خزانوں میں خیانت کو خیانت ہی نہیں سمجھا جاتا۔ لوگ بھول گئے ہیں کہ وہ اس طرح کس آخری انجام کی طرف جا رہے ہیں۔

○

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف لائے تو ہم نے آپؐ کے لیے بکری کا دودھ دوہا، اپنے گھر کے اس کنویں سے آپؐ کو پانی پلایا، پھر آپؐ کی خدمت میں

پیش کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ آپؐ کے بائیں جانب، حضرت عمرؓ سامنے، اور ایک دیہاتی دائیں جانب تھا۔ آپؐ نے اس مشروب سے پی لیا تو حضرت عمرؓ نے (بائیں طرف بیٹھے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کو دینے کی طرف بطور خاص متوجہ کرنے کی خاطر) عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ ابوبکرؓ ہیں۔ نبیؐ نے حضرت عمرؓ کی بات پر توجہ نہ دی اور بچا ہوا مشروب دیہاتی کو دے دیا اور فرمایا: دائیں جانب والوں کو دیا کرو! دائیں جانب والوں کو دیا کرو! دائیں جانب والوں کو دیا کرو۔

حضرت انسؓ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد تین مرتبہ بیان فرماتے تھے: پس یہ سنت ہے، پس یہ سنت ہے، پس یہ سنت ہے (بخاری، مسلم)۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تہذیب و معاشرت کے بہترین اصول دیے اور اصولوں کی حکمرانی قائم فرمائی۔ اصولوں کو شخصیات پر فوقیت دی، شخصیات کی خاطر اصولوں کو نظرانداز نہیں کیا۔ پہلے معاشروں کی طرح آج بھی بڑوں کے لیے ایک قانون ہے، تو چھوٹوں کے لیے دوسرا۔ بلکہ بڑوں کی بڑائی بذات خود قانون ہے۔ آج بڑے بڑے مہذب ملکوں کے دستور میں صدر، وزیراعظم کو ملک کے دوسرے باشندوں پر امتیازی حقوق حاصل ہیں۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے کوئی امتیاز نہیں رکھا، اپنے آپؐ کو قصاص کے لیے پیش کیا۔

مذکورہ حدیث یہ اصول پیش کرتی ہے کہ کھانا یا مشروب بیک وقت سب کو نہ پیش کیا جا سکتا ہو، تو پھر دائیں والوں کو دوسروں پر فوقیت دی جائے۔ یہ نہ دیکھا جائے کہ جس کی شخصیت اونچی ہے، اس کو دیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی کو دودھ کا پیالہ پیش کیا اور حضرت ابوبکرؓ کو حضرت عمرؓ کے توجہ دلانے کے باوجود نہ دیا کہ اصول کا یہ تقاضا تھا۔

○

حضرت ابورافعؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام دے کر بھیجا۔ میں نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو میرے دل میں اسلام گھر کر گیا۔ تب میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں قریش کی طرف واپس نہیں جانا چاہتا۔ آپؐ نے فرمایا: میں عہد شکنی نہیں کرتا اور قاصدوں کو نہیں روکتا۔ اس لیے اب واپس چلے جاؤ۔ وہاں جانے کے بعد اگر تمھارے دل میں وہ ارادہ رہے جو اس وقت ہے، تو پھر واپس آجانا (مسند احمد)۔

سفیروں اور قاصدوں کے امان اور حفاظت کی اہمیت اور ضرورت کو محسوس اور تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن مختلف قومیں اور اشخاص اس اصول کی اہمیت اور ضرورت کو تسلیم کرنے کے باوجود اس وقت پامال کر دیتی ہیں جب اس سے ان کے مفادات پر زد پڑتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تقدس کو جس طرح قائم کیا، اس کا اندازہ مذکورہ واقعہ سے ہو جاتا ہے۔